جلد ۲۹ | ۲۴ ماہ صلح ۱۳۲۰ ہش | ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۵۹ھ | ۲۴ جنوری ۱۹۴۱ء | نمبر ۱۹

قادیان میں بعض ہندوؤں کی فتنہ انگیزی اور پولیس کا افسوسناک رویہ

حکومتِ پنجاب اور ذمہ وار حکام کی توجہ کی ضرورت

قادیان میں بعض فتنہ انگیزوں کی طرف سے جو تازہ شرارت اٹھائی گئی ہے۔ اس کا ذکر اجمالاً گزشتہ پرچہ میں کیا جا چکا ہے اور وہ پرچہ پنجاب گورنمنٹ کے ذمہ وار افسروں کی خدمت میں بھیج دیا گیا ہے۔ تا وہ اس بے انصافی اور جانب داری کو دیکھ سکیں جو قادیان میں جسے جماعت احمدیہ کا مذہبی مرکز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لا اینڈ آرڈر کے نام پر قیامِ امن کے ذمہ داروں کی طرف سے سرزد ہو رہی ہے۔ کیا ہی عجیب بات ہے۔ ایسی عجیب کہ ہندوستان بھر میں اس کی مثال شاید ہی مل سکے۔ کہ ایک شخص ایک مکان کافی رقم صرف کر کے خریدتا ہے سرکاری عدالت میں اسے رجسٹری کراتا ہے اور پھر اس کی تعمیر شروع کر دیتا ہے۔ کہ بعض فتنہ پرداز سامنے آ کر اس کے متعلق ایک بے بنیاد مطالبہ پیش کر دیتے ہیں۔ وہ شخص پولیس کے پاس پہونچتا ہے اس پر دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں جو پولیس اختیار کر سکتی ہے۔ یا تو فتنہ پردازوں کو رپورٹ شدہ زر خرید زمین کے پاس بھٹکنے سے روک دے۔ یا اگر اس کا جُبن اس کی بُزدلی۔ اس کی فرض ناشناسی اور اس کا تعصب اسے ایسا کرنے سے روک دے۔ تو پھر مالکِ مکان کو منع کر دے۔ کہ مکان نہ بنائے۔ آخری صورت گو کتنی ہی نامعقول کیوں نہ ہو۔ بہرحال فساد کو روکنے کے لئے ایک معین قدم ہے۔ لیکن قادیان کی پولیس کا طریق عمل بالکل نرالا ہے۔ وہ نہ تو مداخلت بے جا کا ارتکاب کرنے والوں کو روکتی ہے اور نہ ہی مالک کے بار بار کے مطالبہ کے باوجود تعمیر مکان سے باز رہنے کا کوئی تحریری حکم دیتی ہے۔ ہم حکومتِ پنجاب کے ذمہ وار حکام سے گزارش کرتے ہیں۔ کہ وہ اس رویہ پر غور کریں۔ کیونکہ اس سے تو پبلک کو یہ احساس ہو سکتا ہے۔ کہ گویا پولیس عمداً فساد کے لئے زمین تیار کرتی ہے۔ اور ناکردہ گناہ احمدیوں کو خواہ مخواہ پھانسنے کے لئے دام بچھاتی ہے۔ پھر جب ان واقعات کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے۔ کہ فساد سے تھوڑا ہی عرصہ قبل مقامی پولیس کا ایک عہدہ دار ہندوؤں کے پاس خود پہونچتا اور ان سے سرگوشیاں کرتا ہے۔ اور واقعہ کے بعد وہ ملا عنایت اللہ احراری کے ساتھ پولیس چوکی کے پاس دوسروں سے علیحدہ ہو کر مصروفِ گفتگو پایا جاتا ہے۔ تو صورتِ حالات اور بھی زیادہ افسوسناک بن جاتی ہے۔ کیا کوئی سیاستدان یہ عقدہ حل کر سکتا ہے۔ کہ معاملہ تو ایک احمدی اور بعض ہندوؤں کے مابین تھا۔ پھر ملا عنایت اللہ کے ساتھ رموزِ قیامِ امن کی گتھیاں سلجھانے کا یہ کونسا موقعہ تھا۔ بہرحال ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فتنہ کی تہہ تک پہونچنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ اور ضرورت ہے۔ کہ کوئی ذمہ وار پولیس افسران امور کی تحقیقات کرے۔

لاہور کے حادثہ شہید گنج پر ابھی کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ اور اس کی نوعیت بھی سب پر واضح ہے۔ صورتِ حال یہ تھی۔ کہ ایک ایسی عمارت سکھوں کے قبضہ میں تھی جس کے متعلق مسلمانوں کا دعوٰے تھا۔ کہ ان کی عبادتگاہ یعنی مسجد ہے۔ اور اس عمارت کی شکل اور تاریخی ثبوت مسلمانوں کے دعوٰے کی تائید کر رہا تھا لیکن قادیان کے بعض ہندوؤں نے بابو ممتاز علی صاحب کے مکان کے کسی حصہ کو چند روز سے بغیر کسی ثبوت کے یونہی مندر کہنا شروع کر دیا۔ اور اس طرح اپنے ادعا کو وہی رنگ دینے کی کوشش کی۔ جو مسجد شہید گنج کے متعلق مسلمانوں کے دعوٰے کا تھا۔ لیکن حکومت کے کارندوں نے ان دونوں معاملات میں جو طریق عمل اختیار کیا۔ وہ بالکل مختلف ہے۔ لاہور میں سکھوں کو تو نہ صرف اجازت دے دی گئی۔ کہ مسجد کو شہید کر دیں۔ بلکہ ان کی حفاظت کے لئے بہت بڑی تعداد میں پولیس مقرر کر دی گئی اور مسلمانوں کا ادھر سے گزرنا تک روک دیا گیا تاکہ مسجد گرانے میں کوئی سکھوں کی مزاحمت نہ کر سکے۔ اور سُنا گیا ہے۔ کہ اس وقت پنجاب گورنمنٹ کے ایک بڑے ذمہ وار افسر نے کہا تھا کہ سول رائٹس کی حفاظت کے لئے خواہ کتنے مسلمان مارے جائیں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ چنانچہ مزاحمت کے لئے آگے بڑھنے والے مسلمانوں پر گولیاں تک چلائی گئیں۔ اور پھر وہاں مستقل طور پر پولیس گارد لگا دی گئی ہے۔ لیکن قادیان میں بعض ہندوؤں کے بالکل بے بنیاد ادعا کے مقابلہ میں سول رائٹس کی حفاظت کا فرض جس شاندار طریق پر انجام دیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک احمدی اپنا سرمایہ لگا کر ایک ایسی جائداد خریدتا ہے۔ جو ۲۵ سے مختلف مالکوں کے قبضہ میں جا چکی ہے۔ اور جس کے متعلق قریباً نصف صدی تک کے عینی گواہ موجود ہیں۔ کہ وہاں کوئی مورتی نہ تھی۔ چہ جائیکہ وہ مندر ہو۔ مگر بعض ہندو اس ادعا کی بناء پر جس کا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ مقامی پولیس

کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے۔ مگر وہ نہ صرف یہ کہ حملہ آوروں کو مزاحمت سے نہیں روکتی۔ بلکہ اتنا بھی نہیں کرسکتی۔ کہ مالک مکان کو تحریری طور پر روک دے۔ اور اس طرح فتنہ وفساد کا دروازہ گویا خود کھولتی ہے۔ اور جب ہندو فساد کر ہی گزرتے ہیں۔ تو پکڑے بھی زیادہ وہی لوگ جاتے ہیں۔ جو اپنے مکان میں کام کر رہے تھے۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ مالک مکان ممتاز علی صاحب کو انکے گھر سے بلوا کر گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ کیوں؟ کیا اسلئے کہ اس کے مکان پر آکر بعض لوگوں نے فساد انگیزی کی۔

یہ ہے وہ انصاف اور عدل جو جماعت احمدیہ کے مذہبی مرکز میں احمدیوں کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ قانون لوگوں کے مال و عزت اور جان کی حفاظت کے لئے بنایا گیا ہے۔ مگر قادیان میں اس کا نفاذ جس رنگ میں کیا جا رہا ہے۔ اس کا تو مطلب یہ ہے۔ کہ کوئی شخص اپنی جائداد اور املاک محفوظ نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ معلوم نہیں۔ کس وقت کوئی ہندو اٹھکر کہہ دے۔ کہ اس جگہ تو ٹھیروں کی مورتی تھی۔

ہم یہ حالات گورنمنٹ پنجاب کے نوٹس میں اس لئے لا رہے ہیں۔ کہ وہ نہ صرف ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔ بلکہ پولیس کے متعصب۔ تنگ خیال اور پست ذہنیت رکھنے والے ان لوگوں کی اصلاح کے لئے بھی مناسب قدم اٹھائے۔ جو عدل وانصاف اور قانون وآئین کی مٹی پلید کر کے پبلک کے دلوں میں حکومت سے بُعد اور بیگانگت کا بیج بوتے ہیں۔ اور ایسے نازک ایام میں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ مشتعل کرتے ہیں۔

ہم یہ بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ قادیان میں جماعت احمدیہ کے خلاف فتنہ انگیز عنصر کی سرگرمیاں اسی وجہ سے ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ کہ ایسے لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کے قیام کی خاطر کبھی وُہ سلوک نہیں کیا گیا۔ جس کے وُہ مستحق ہیں۔ اور جس کا تقاضہ انصاف کرتا ہے۔ بلکہ جب کبھی وہ کوئی شرارت اٹھاتے ہیں۔ احمدیوں کو اُن کی نسبت بہت زیادہ مبتلائے آلام کیا جاتا ہے۔ یہی وُہ غلط پالیسی ہے۔ جو قادیان میں کام کر رہی ہے۔ اور اس کا انسداد کر کے ہی حکومت اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے ۔

ان قربانیوں کے لئے میدان کھلا ہے جو صحابہؓ نے کیں

بیرون ہند کی جماعتوں کے لئے تحریک جدید کی قربانیوں کا زریں موقعہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے تحریک جدید کے جہاد کا اعلان فرما کر ان کے لئے قربانیوں کا راستہ کھول دیا ہے۔ جو کہتے ہیں" کاش ہم بدر یا احد یا احزاب کے موقعہ پر ہوتے۔ تو اپنی جانیں اللہ تعالےٰ کے راستہ میں قربان کر دیتے۔ مگر اس امر کو بھول جاتے ہیں۔ کہ اصل قربانیوں کا میدان ان کے لئے بھی کھلا ہے۔ آج بھی وہ اسی طرح قربانیاں کر کے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ جس طرح صحابہ نے کی۔ مگر تم میں سے کتنے ہیں۔ جو قربانی کی اس خواہش کے باوجود قربانیوں میں استقلال دکھلاتے اور ہر وقت قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں سستی اور غفلت سے کام نہیں لیتے "

پس ہندوستان کی وُہ جماعتیں جن کے وعدے تا حال حضور کے پیش نہیں ہوئے۔ یا وہ افراد جو براہ راست وعدہ پیش کرتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچہزاری سپاہیوں والی فوج میں شامل ہونے کے لئے تحریک جدید سال ہفتم کا وعدہ ۳۱ جنوری ۱۹۴۱ء تک بھیجدیں۔ کیونکہ ہندوستان کے لئے یہ آخری تاریخ ہے۔ پس ہر مخلص جو تحریک جدید سال ہفتم میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اور اس کا ایمان اور اس کا دل اسے مجبور کر رہا ہے۔ کہ خدا کی راہ میں قربانیاں کرتا ہُوا رضائے الٰہی حاصل کرے۔ وہ اپنا وعدہ ۳۱ جنوری تک پیش کر دے۔ جہاں ہندوستان کی اکثر جماعتوں نے "ساتویں سال" کے وعدے میں قابل تعریف اضافے کئے ہیں۔ وہاں بیرون ہند کی جماعتوں اور افراد سے بھی امید ہے۔ کہ ہر مومن بندہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ جماعت مگاڈی۔ میدان۔ سماٹرا۔ اور دوسرے براہ راست وعدہ کرنے والے احباب کی فہرستوں سے یہی پایا گیا ہے ۔

اگرچہ بیرون ہند کی جماعتوں اور افراد کے لئے وعدوں کی آخری تاریخ مارچ ہے۔ مگر بیرون ہند کی اکثر جماعتوں کا عمل یہ رہا ہے کہ وہ ہندوستان کی وعدوں کی آخری تاریخ کے ساتھ اپنے وعدے پیش کر دیتی ہیں۔ مگر "ساتویں سال" میں سوائے مذکورہ بالا جماعتوں اور چند افراد کے کوئی وعدے حضور کی خدمت میں نہیں پہونچے۔ ممکن ہے حسب دستور جماعتوں نے فہرستیں حضور کو ارسال کی ہوں۔ مگر چونکہ ڈاک کا انتظام جنگ کی وجہ سے خاطر خواہ نہیں۔ اس لئے نہ پہونچی ہوں۔ اب مناسب سمجھا گیا ہے۔ کہ ان کی فہرست اس اخبار میں شائع کر دی جائے۔ تاکہ وُہ اپنے وعدے پھر جلد بھیجدیں۔

جن جماعتوں کے وعدے نہیں پہونچے ان کی فہرست یہ ہے۔

نیروبی۔ کمپالہ۔ اس جماعت کی ایک قسط تو سال ششم کا وعدہ پورا کرنے کے وقت آگئی تھی۔ مگر دوسری نہیں ملی۔ ممباسہ۔ دار السلام اس جماعت سے بھی ایک حصہ وعدوں کا آگیا ہے۔ دُوسری قسط کا انتظار ہے۔ جماعت ٹانگانیکا۔ زنجبار۔ ہانگ کانگ۔ آبادان۔ جاپان۔ عراق۔ عرب۔ فلسطین۔ کبابیر۔ حیفا۔ دمشق۔ سوریا لبنان۔ مصر۔ ماریشس۔ کولمبو۔ سوڈان۔ رنگون۔ جماعت ہائے امریکہ۔ مغربی افریقہ۔ اس کے علاوہ وُہ افراد ہیں۔ جن کے وعدے براہ راست آتے ہیں۔ ان کے نام نہیں دیئے جاتے۔ مگر یہ پرچہ ان کو بھیجا جا رہا ہے۔ لیکن ڈاک کے تسلی بخش نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً اعلان کیا ہے ۔

پس بیرون ہند کے افراد اور براہ راست وعدہ کرنے والے احباب اسے پڑھ کر فوری وعدے پیش کریں۔ تا وُہ اس مستقل صدقہ جاریہ میں شامل ہو جائیں۔ جسکے نتیجہ میں وہ "اپنی موت کے ہزاروں سال بعد بھی ثواب حاصل کرتے چلے جائیں گے۔" اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے۔

فنانشل سیکرٹری تحریک جدید

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۲ صلح ۱۳۲۰ ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق ساڑھے نو بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کو آج دوپہر کے بعد سردرد کا دورہ ہو گیا۔ احباب حضور کی صحت کاملہ کے لئے دعا کریں۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمدللہ

حرم اول حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو نسبتاً آرام ہے۔ حرم ثانی کی طبیعت ناساز ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔

نظارت دعوۃ وتبلیغ کی طرف سے مولوی غلام احمد صاحب فرخ کو سندھ بسلسلہ تبلیغ بھیجا گیا ہے۔

افسوس بھاگ بھری صاحبہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بطور دایہ کام کرتی تھیں وفات پا گئیں۔ نیز شیخ تاج محمود صاحب متوطن تاجک ضلع اٹک ایک لمبا عرصہ بعارضہ سل بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز ظہر کے بعد حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے دونوں جنازے پڑھائے۔ احباب مغفرت کے لئے دعا کریں۔

کل جن احمدیوں کو گرفتار کیا گیا تھا مجسٹریٹ صاحب علاقہ نے اُن کی ضمانتیں لے کر رہا کر دیا۔ اور سماعت کے لئے ۳۱ جنوری کی تاریخ مقرر کی۔ بابو ممتاز علی صاحب کی طرف سے زیر دفعہ ۴۵۲۔ ۴۴۷ تعزیرات ہند ۲۹ آدمیوں کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا گیا۔ جسے مجسٹریٹ صاحب علاقہ نے مزید تفتیش کے لئے سب انسپکٹر صدر بٹالہ کے سپرد کر دیا ہے

سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثیں

از حضرت میر محمد اسحاق صاحب

(۳)

لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ

نہیں ہے سُنی سُنائی بات خود دیکھنے کی طرح

اس حدیث سے بہت سے علوم اور تجربہ کی باتیں نکلتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ:۔

(۱)

ایک شخص کسی مقدمہ میں اپنی روایت بیان کرتا ہے۔ اور دوسرا صرف سُنی سنائی بات پر شہادت دیتا ہے۔ اور ہیں دونوں شخص مساوی طور پر معتبر۔ تو اول الذکر شخص کی شہادت پر فیصلہ ہونا چاہیئے۔ نہ کہ دوسرے شخص کی شہادت پر۔

(۲)

صحابہ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کی صحبت میں رہے آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ آپ کے ساتھ مل کر جہاد کئے غرض دن رات ان کا اُٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا سب آپ کے زیر سایہ تھا۔ پس جو حضور علیہ السلام پر ایمان اُن کو ہو سکتا ہے۔ اور جو اعتقاد اور علےٰ وجہ البصیرۃ یقین ان کے قلوب میں جاگزین ہو سکتا ہے۔ وُہ پچھلے لوگوں کو جنہوں نے صرف حدیثوں اور تاریخوں میں حضور کے حالات پڑھے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے امت میں صحابہ عموماً افضل ہیں باقی امت کے افراد سے۔ گو امت کے مجددین قریباً تمام صحابہؓ سے اور مسیح موعودؑ ابوبکر عمرؓ وغیرہ سے بھی افضل ہیں۔

(۳)

ایک شخص ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے شرع نے اُسے اجازت دی ہے۔ کہ وُہ نکاح سے قبل اس کا چہرہ دیکھ لے۔ لیکن وُہ بجائے خود دیکھنے کے دوسروں پر اعتبار کرتا ہے۔ اور محض اوروں کے کہنے سُننے پر اُس عورت سے شادی کر لیتا ہے۔ مگر بہت ممکن ہے۔ کہ اس کی شکل اس کے اپنے ذاتی مذاق کے مطابق مرغوب نہ ہو۔ اس لئے وُہ ساری عمر کے لئے ایک مصیبت مول لے لیتا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ لیس الخبر کالمعاینۃ یعنی سنی سنائی بات خود دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی کے فرمان کی اس نے مخالفت کی۔

(۴)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے معجزات دکھائے۔ اور حضور کے ذریعہ کثرت سے خارق عادت امور ظہور پذیر ہوئے مثلاً آپ کی دُعا کی برکت سے چند آدمیوں کا کھانا اتنا بڑھ گیا کہ سینکڑوں آدمیوں نے کھایا۔ یہ معجزات صرف صحابہ نے دیکھے جن سے ان کے ایمان میں زیادتی اور اضافہ ہوا۔ وُہ ایسے معجزات دیکھ کر اور اسلام کو سچا یقین کر کے دیوانہ وار سرفروشیاں کرنے لگے۔ انہوں نے اپنی جانیں دے دیں۔ مگر اسلام سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ مگر کیا حضور کے یہ معجزات جنہیں صحابہ کے بعد کے لوگوں نے مشاہدہ نہیں کیا۔ صرف روایتوں اور حدیثوں میں ان کا ذکر پڑھتے ہیں پچھلوں پر بھی وُہی اثر کر سکتے ہیں۔ جو انہوں نے صحابہ پر اثر کیا تھا؟ یا کیا پچھلے لوگ بھی سُنی سُنائی باتوں سے اپنے ایمان میں وُہی اضافہ کر سکتے ہیں۔ جو ان معجزات کے دیکھنے والے کیا کرتے تھے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیونکہ خود حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ سنی سنائی بات خود دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی۔ صاف پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ بغیر ان معجزات کے خود دیکھنے کے محض روایتوں سے وہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا جو ان معجزات کے دیکھنے والوں کے دل میں پیدا ہوا کرتا تھا میں جب یہ حالت ہے۔ تو کیا خدا صرف صحابہ کا خدا تھا؟ نہیں کیونکہ خدا تو قیامت تک کے لوگوں کا خدا ہے۔ یا کیا قرن اوّل میں جو معجزات دکھائے گئے۔ وُہ بطور کھیل کے دکھائے گئے تھے؟ نہیں کیونکہ خدا تعالےٰ کی شان اس سے ارفع ہے۔ کہ وُہ بطور کھیل کے کوئی کام کرے۔ اس لئے یہ حدیث اشارہ کرتی ہے کہ ایمان کے ازدیاد کے لئے ہر زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی نہ کوئی جانشین ہونا چاہیئے جو اپنے زمانہ کے لوگوں کو کرامتوں معجزوں اور خارق عادت نشانوں سے پھر دُنیا میں وُہی ایمان پیدا کر دے۔ جو صحابہ کے دلوں میں حضور علیہ السلام نے پیدا کیا تھا۔ اور اسی لئے حضور علیہ السلام نے خود فرمایا۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا اور اسی لئے اس زمانہ کے مجدّد نے للکار للکار کر کہا۔ کہ ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

اور پھر ایسے ایسے عظیم الشان معجزات اس نے دکھائے۔ کہ بہت سے نبیوں کے حصے میں بھی اتنی کثرت آیات نظر نہیں آتی۔

(۵)

ایک شخص ایک تھان لاہور سے خریدنے گیا مگر خریدتے وقت کھول کر نہیں دیکھتا۔ بعد میں گھر جا کر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ تھان اندر سے خراب ہے۔ یا ایک شخص ایک مکان خریدتا ہے بغیر اس کے کہ اُسے جا کر اچھی طرح دیکھے۔ بلکہ صرف بعض دوستوں کے کہنے پر خرید لیتا ہے مگر بعد میں دیکھنے پر بہت سے نقائص اُسے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کیوں صرف اس لئے کہ اس نے لیس الخبر کالمعاینۃ والے سنہری مقولہ کو مدنظر نہ رکھا۔

(۶)

ایک شخص سُنتا ہے۔ کہ قادیان میں ایک شخص نے مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ وُہ یہ دعوےٰ سُنکر نہ تو قادیان جا کر معلوم کرتا ہے۔ کہ مدعی کیسا ہے۔ اس کی شکل اس کی قوم۔ اس کی اخلاقی حالت اس کی شہرت کیسی ہے؟ اور نہ اس کی کوئی کتاب پڑھتا ہے۔ اور نہ اس کے کسی واقف کار مرید سے اس کے دعوے کے دلائل سُنتا ہے۔ بلکہ صرف اس کے مخالفوں سے سُنکر کہ وُہ شخص خدا ہونے کا مدعی تھا۔ کبھی خدا کا بیٹا بنتا تھا۔ اُس نے اپنا نیا کلمہ بنایا ہوا تھا۔ اُس کے مریدوں نے ایک دوزخ اور ایک بہشت بنایا ہوا ہے۔ اور جب کوئی شخص وہاں جائے۔ تو اُسے مال کا لالچ دے کر یا شادی کا وعدہ کر کے اور بعض دفعہ صرف بھنگ کا حلوا کھلا کر اس کی بیعت لے لیتے ہیں۔ یا یہ کہ وُہ انگریزوں کا ایک خفیہ ایجنٹ تھا۔ کہ انگریزوں نے روپیہ دے کر اُسے کھڑا کیا تھا۔ کہ کسی طرح وُہ مسلمانوں کی توجہ جہاد سے ہٹا کر انگریزی سلطنت کو خطرہ سے بچا لے۔ یا یہ کہ اس پر تو مکہ اور مدینہ سے کفر کے فتوے لگ چکے ہیں۔ یا معاذ اللہ یہ کہ اُسے کوڑھ کی بیماری تھی۔ اور وُہ برقعہ پہنے رہتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ خرافات سُنکر اُن پر اپنے انکار اور تکذیب کی بنیاد رکھ کر کہتا ہے کہ مرزا صاحب جھوٹے تھے۔ کیا ایسے شخص کو عالم تصوّر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نظر نہیں آتا۔ کہ حضور اپنی انگلی دانتوں میں دبا کر اُسے کہہ رہے ہیں۔ کہ اے میری طرف منسوب ہونے والے اور میری امت کہلانے والے شخص۔ دیکھ لیس الخبر کالمعاینۃ یعنی سُنی سُنائی بات خود دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی۔ اس لئے تو قادیان میں خود جا اور مرزا صاحب یا اُن کے خلفاء سے مل۔ ان کی کتابیں پڑھ۔ ان کے اخبار دیکھ۔ ان کی ڈائریاں مطالعہ کر۔ وہاں کے ہندوؤں۔ اور سکھوں سے مرزا صاحب کی زندگی کے بچپن اور جوانی کے حالات دریافت کر۔ ان کے مریدوں کی ترقی دیکھ۔ وہاں کے جنگل میں منگل ہونا مشاہدہ کر۔ وہاں کے منارۃ المسیح پر چڑھ۔ مرزا صاحب کی اسّی کتابوں کو دیکھ۔ ان کے مریدوں کی پاک تبدیلی کا بغور ملاحظہ کر۔ ان کے مبلغوں کا دُنیا میں پھیل جانا دیکھ۔ پھر عیسائیوں کا دجل ملاحظہ کر۔ اور یورپ کے یاجوج و ماجوج کی صنعتی ایجادیں اور بم باریاں دیکھ۔ پھر احمدی جماعت کا کسرِ صلیب اور ابطال کفارہ اور الوہیتِ مسیح کی تردید کرنا مشاہدہ کر۔ اور یورپ و امریکہ۔ جاوا اور سماٹرا۔ مشرقی چین اور مغربی افریقہ میں احمدیوں کے ہاتھوں ہزار در ہزار عیسائیوں اور غیر مسلموں کا مسلمان اور نام کے مسلمانوں کا حقیقی مسلمان ہونا دیکھ۔ اور پھر علےٰ وجہ البصیرۃ مرزا صاحب کی بیعت کر۔ یا کفر کا فتوےٰ لگا۔ ورنہ بغیر تحقیق کے محض سنی سنائی باتوں پر کوئی فتویٰ لگائے گا۔ تو دیکھ قیامت کے دن میں مدعی۔ اور تو مدعا علیہ ہو کر خدا کے حضور پیش ہوں گے۔

(۷)

ایک امیر اپنی کوٹھی میں کُرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ کہ اس کا چھوٹا بچہ روتا ہوا آیا۔ کہ مجھے فلاں ہمسایہ کے بچے نے مارا ہے۔ امیر غصہ میں بھر کر جلدی سے جاتا اور ہمسایہ کے بچہ کو دو تین چپیڑیں مار دیتا ہے غریب ہمسایہ اور اسکی بیوی اندر ہی اندر کڑھتے اور بد دعائیں دیتے ہیں۔ مگر مونہہ سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ یا ایک جابر نمبردار کو اطلاع پہنچتی ہے۔ کہ تیرے کھیت میں فلاں غریب کمین نے اپنا بیل چرا لیا ہے۔ وُہ جھٹ اس غریب کے گھر جا کر اُسے بری طرح مارتا ہے۔ حالانکہ تحقیق کرو۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ امیر کا لڑکا غریب کے لڑکے سے کھیل میں ہار کر اور کھسیانا ہو کر پہلے خود اسے مار آتا ہے اور پھر باپ سے جھوٹی شکایت کر کے اسے اور پٹواتا ہے غریب کمین کا بیل کھیت کے کنارہ کے پاس سے ضرور گزرا تھا۔ مگر نمبردار کے کارندہ کو جھک کر سلام نہ کرنے کا یہ سارا وبال ہے۔ کہ پہلے کارندہ کے ہاتھوں سے اور خود نمبردار کے ہاتھوں سے جوتے کھاتا ہے لیکن اگر یہ امیر اور وُہ نمبردار رحمۃ للعالمین کی امت میں سے ہیں۔ تو کان کھولکر سُن لیں۔ اُن کا سردار ان کو فرماتا ہے لیس الخبر کالمعاینۃ۔ یعنی سُنی سنائی باتوں پر

خلافت کے نہ رہنے سے مسلمانوں کو کیا نقصان پہونچا؟

جلسہ سالانہ ۱۹۴۰ء کے موقعہ پر جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ وخارجہ نے مندرجہ بالا عنوان سے بوجہ قلت وقت مختصر سی تقریر فرمائی تھی۔ جو مفصل طور پر چند اقساط میں درج اخبار کی جائے گی۔ پہلی قسط ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

(۱)

موضوع تقریر

احباب! میری تقریر کا موضوع یہ ہے کہ خلافت کے نہ رہنے سے مسلمانوں کو کیا نقصان پہونچا۔ خلافت اس کی ضرورت اور نظام خلافت سے متعلق نظری اور اصولی قواعد کے بارے میں آپ گزشتہ سال اسی موقعہ پر تقریر یں سن چکے ہیں۔ اور یہ بھی سن چکے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام میں خلافت راشدہ کے عہد میں سیاست اسلامی کس قسم کے دستور العمل پر قائم ہوئی۔ اور اس کے طفیل مسلمانوں نے کن برکتوں اور نعمتوں کو حاصل کیا۔ میری تقریر سلبی پہلو رکھتی ہے۔ اور میں یہ بتلاؤں گا۔ کہ مسلمانوں نے جب اسلامی نظام خلافت کو چھوڑ کر اس کے برعکس ایک غیر اسلامی نظام اختیار کیا تو انہیں کیا کیا نقصان پہونچے۔ میری تقریر کا تعلق ایسے زمانہ کے واقعات سے ہے۔ جب مسلمانوں نے نظام خلافت کو چھوڑ دیا۔ اور مضمون کے مقرر کردہ عنوان کے ماتحت مجھے طبعاً یہ بتلانا چاہیئے کہ مسلمانوں نے کب اور کس طرح خلافت کو ترک کیا۔ اور اس کو ترک کرنے سے ان کو کیا کیا نقصان پہونچے۔

عقیدۂ خلافت کی اہمیت تاریخ اسلامی میں

جہاں تک خلافت کا تعلق بلحاظ ایک دینی عقیدہ اور اصل کے ہے جمہور اسلامی نے کسی زمانہ میں بھی اسے ترک نہیں کیا۔ حتیٰ کہ اس زمانہ میں بھی اسے ترک نہیں کیا گیا۔ جبکہ فارس میں بویہ اور سلجوقی۔ افغانستان میں غزنوی۔ ہندوستان میں خاندان غلاماں وخلجیاں۔ سپین میں بربری خاندان۔ مصر میں ایوبی اور ملوک خاندان کے افراد عملاً حکمران تھے۔ اور عباسی خلفائے بغداد وقاہرہ محض نام کے خلیفہ تھے۔ اور انکی حالت یہ تھی۔ کہ بتان بے حس وحرکت اور ان نام نہاد خلفائے بے حیثیت کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ انہیں مسند خلافت پر محض اسلئے برقرار رکھا جاتا تھا۔ کہ عالم اسلامی کی عقیدت خلافت سے اس قدر گہری وابستگی تھی۔ کہ اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی الگ ہونا مسلمانوں کے لئے ناممکن تھا۔ خلفائے عباسیہ کے غائت درجہ انحطاط کے باوجود محض اس حرمت وتقدس کی خاطر جو عالم اسلامی کے دل میں عقیدۂ خلافت کے متعلق تھی آزاد اور مستقل شاہان اسلام بھی اسے مرکز وحدت کا کعبہ سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ اپنی حکومت کے قیام وبقا اور حفاظت ودوام کی خاطر ان خلافتی بتان بے حس وحرکت کو برقرار رکھتے۔ اور ان سے اپنی حکومت کی مشروعیت اور جواز کے لئے پروانہ اور فرمان حاصل کرنے کے لئے مجبور تھے۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ مشہور واقعہ ہے۔ کہ محمد بن تغلق شہنشاہ دہلی کو ۱۸ سال کی کشمکش کے بعد خیال آیا۔ کہ اسے اپنی حکومت کا شرعی جواز ثابت کرنے کے لئے فرمان واجازت نامہ حاصل کرنا چاہیئے۔ اور آخر اس بادشاہ نے سمندر دن پار ایک بے دست وپا خلیفہ مستکفی سے پروانہ حکومت حاصل کیا۔ حالانکہ اس خلیفہ کی اپنی حالت یہ تھی۔ کہ محمد بن قلاوون سلطان مصر کے حکم سے وہ قوص شہر میں نظر بند تھا۔ اس واقعہ سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ خلافت کا تصور مسلمانوں کے دل ودماغ میں کس قدر مستحکم اور راسخ رہا ہے۔ کہ جابر ترین مسلمان بادشاہ بھی اس تصور کو نہ اپنے ذہنوں سے اور نہ مسلمانوں کے ذہنوں سے زائل کرنے پر قادر ہو سکے ہیں۔ یہاں تک کہ ان ترک بادشاہوں نے بھی جن کے زمانہ میں نام نہاد خلفاء تک مقطوع النسل معدوم الوجود ہو چکے تھے چار وناچار جبائے خلافت خود پہن لی۔ کہ عالم اسلامی اس کے بغیر ان سے راضی نہ تھا۔ اور آج بھی ہمارے زمانہ میں جبکہ ان ترکوں نے خلافت اور خلفاء کو ملک بدر کر کے ان ناموں کو اپنی تاریخ جدید سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے۔ خلافت کا تصور مسلمانوں کے درمیان جوں کا توں قائم ہے۔ اور یہ راسخ اور مستحکم عقیدہ ان کے لوح قلب سے مٹایا نہیں جا سکا۔ اور اس کے حروف ان کی فطرت میں کچھ ایسے پختہ ہو چکے ہیں۔ کہ حیات اجتماعی کی سہل انگاریاں اور دجالی زمانہ کی فریب کاریاں بھی اس کے مٹانے میں ناکام ہیں۔ یہ عقیدہ عالم اسلامی کی فطرت کا کچھ ایسا جزو لاینفک بن چکا ہے۔ کہ اسے اگر ان کی فطرت کا طبعی تقاضا قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

خلافت کا فقدان کن معنوں میں ہوا؟

مگر باوجود اس کے کہ عقیدۂ خلافت مسلمانوں کی ایک محبوب ترین شے ہے واقعہ یہ ہے کہ نظام خلافت ان میں بالکل مفقود ومعدوم ہے۔ وہ دستور اساسی جو عقیدۂ خلافت کی رُوح رواں تھا۔ عالم اسلامی سے بہت ہی جلد ناپید ہو گیا۔ اور اس کے ناپید ہونے کے ساتھ وہ برکات بھی یکے بعد دیگرے مسلمانوں سے چھن گئیں جن کی بدولت وہ چشم زدن میں مالا مال ہو کر دُنیا کے لئے حیرت گاہ بنے۔ اور ان برکات کا چھننا کوئی کم نقصان نہیں جس کا خمیازہ مسلمان ہزارہا خساروں اور ہزارہا محرومیوں کی صورت وشکل میں بھگت رہے ہیں۔ خلافت کی برکات جس قدر گراں مایہ ورشہ تھیں۔ ان کا چھن جانا بھی اسی قدر خسارہ عظیم ہے۔

نظام خلافت کی یہ برکتیں کیا ہیں۔ جو مسلمانوں کو اس کے طفیل حاصل ہوئیں۔ اور پھر اس نظام کے باقی نہ رہنے سے وہ برکتیں چھن گئیں۔ میں یہ باتیں آپ کے سامنے یکے بعد دیگرے پیش کرتا ہوں۔

سب سے بڑا نقصان

نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت جو مسلمانوں کو من حیث الجماعت ملی۔ اس کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے۔ لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم (سورہ انفال ۶۴) کہ اگر دُنیا کے سارے خزانے بھی خرچ کر دو تو یہ الفت ومحبت جو مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کی گئی ہے۔ تم کبھی پیدا نہ کر سکتے۔ خود اللہ نے اس محبت کا بیج ان کے دلوں میں بویا۔ اور اپنے ہاتھوں سے اس کو سینچا۔ یہ عظیم الشان نعمت جس کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا اخلاق حمیدہ کا مالک انسان دنیا کے سارے خزانے خرچ کر کے بھی پیدا نہ کر سکتا تھا۔ مسلمانوں سے کیونکر چھنی نظام خلافت کے قائم نہ رہنے سے اور کس بھیانک اور خوفناک صورت وشکل میں یہ نعمت ان سے چھینی گئی؟ اسی بھیانک صورت وشکل میں جو اس الفت ومحبت کے وجود میں آنے سے قبل عربوں میں تھی۔ اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم۔ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اور پھر اس دشمنی کو الفت ومحبت میں تبدیل کر دیا۔ فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔ اور تم اس خداداد نعمت الفت کے طفیل آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار۔ حالانکہ اس سے قبل تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ اور اس میں گرا ہی چاہتے تھے۔ فانقذکم منھا۔ مگر خدا تعالےٰ نے تمہیں اس آگ کے گڑھے سے بچا لیا۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ وہ آگ کا گڑھا کیا تھا۔ جس کے کنارے پر اہل عرب کھڑے تھے۔ وہ دشمنی کی آگ تھی۔ جو قبیلوں کے قبیلے بھسم کرتی جا رہی تھی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل وہ آگ ٹھنڈی کی گئی۔ یہاں تک کہ وہ سراسر محبت والفت بن گئی۔ مگر یہ بے بہا اور انمول نعمت الفت مسلمانوں سے خلافت کے نہ رہنے سے چھینی گئی۔ اور اس کے چھننے سے ان کے لئے جہنم کا وہی گڑھا پھر تیار ہو گیا۔ اور

اور ہزاروں مسلمان آگ کے اس دہکتے ہوئے گڑھے میں دیوانہ وار کود سے اس اجرے کی نہایت ہی درد انگیز داستان کی ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ کے آخری اوراق میں آپ کو ملے گی۔ انہیں پڑھیں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ کس طرح مسلمانوں نے خلافت کے احترام کو پائمال کیا۔ اور کیونکر ان حدود کو توڑا جو اسلام نے خود مسلمانوں کے اپنے مفاد کی خاطر نظام خلافت کو محفوظ اور ان کے کیانِ حیات کو مامون رکھنے کے لئے قائم کی تھیں۔ نظامِ خلافت کی اس بے حرمتی کے بعد مسلمانوں کے درمیان خونچکان ہنگامہ آرائیوں کا وہ محشرِ کارزار برپا ہوا اور تلخ ترین جنگوں کا ایسا دروازہ کھلا کہ پھر بند نہ ہو سکا۔ اور حضرت عمرؓ نے جیسا کہ فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ کہ یہ دروازہ اگر توڑا گیا۔ تو بند نہ کیا جا سکے گا۔ مسلمانوں کے درمیان یہ جنگیں جو نظامِ خلافت کے قائم نہ رہنے کی وجہ سے ہوئیں معمولی نہ تھیں۔ بلکہ اپنی وحشت میں انتہائی درندگی کی حالت تک پہونچی ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روح القدس سے تائید یافتہ جاں نثار صحابہ تک کو تہ تیغ کرکے ان کو خاک وخون میں رلایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت تک کا پاس نہ رکھا گیا۔ آپ کا وہ عصا بھی توڑا گیا۔ جو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھا۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا ہودہ تیر اندازی کا نشانہ بنایا گیا۔ اور وہ تیروں سے ایسا چھلنی ہوا جیسے جنگلی چوہے کا بدن کانٹوں سے پر دیا ہوتا ہے۔ اور بے حیائی کی یہانتک نوبت پہونچی۔ کہ حضرت عائشہؓ تک کا مذاق اڑایا گیا۔ سنگدلی کا یہ حال کہ حضرت حسینؓ کا سر قلم کرکے یزید کے قدموں میں پھینکا گیا۔ اور اس ملعون نے کھوپڑی میں سفید دانت چمکتے دیکھ کر انہیں چھڑی سے ٹھکرایا۔ اور حقارت سے کہا کہ یہ اس شخص کی کھوپڑی ہے جو اپنے باپ کو میرے باپ سے۔ اور اپنے آپکو مجھ سے بہتر سمجھتا تھا وحشت اور درندگی۔ قساوت قلبی اور جذبہ انتقام کی آگ کچھ ایسی بھڑکی۔ کہ حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش کو جو یزید کی فوج کے ہاتھوں مقتول ہوچکے تھے سولی پر لٹکایا گیا۔ یہ اس قوم کا حال تھا جو چند سال قبل اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ کی مایہ ناز مصداق تھی بیت اللہ جو عالم اسلامی کا دل۔ اس کا سجدہ گاہ اور طواف گاہ ہے۔ اس کی حرمت تک کا بھی پاس نہ رکھا گیا۔ یہ خدا کا گھر خود مسلمانوں کے ہاتھوں نذرِ آتش ہوا۔

خلافت اسلامیہ کے زوال کے اسباب

تاریخ اسلامی کی یہ خونیں اور بھیانک داستان آج تک ہمیں آنسو رلاتی ہے۔ اور ہماری گردنیں مارے شرم کے جھک جاتی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام اور ان کی ذرّیت میں یہ جنگ وجدل۔ یہ خونریزی و غارت گری۔ یہ سارے شرمناک واقعات کیوں رونما ہوئے۔ کیا اسی لئے نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخری حصہ میں چند سراپا فتنہ فتنہ پرداز لوگوں نے جذبۂ انتقام کے ماتحت نظام خلافت کی بے حرمتی کی۔ اور اسے اعتراضات کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ ان کے فتنہ کی ابتداء اس ایک بات سے ہوئی۔ کہ فلاں شخص کو جو ڈاکو اور مجرم تھا کیوں سزا دی گئی۔ یا فلاں کو جسے بددیانتی کی وجہ سے معزول کیا گیا کیوں معزول کیا گیا۔ یا یہ کہ فلاں شخص کو فلاں جگہ کا گورنر کیوں نہ بنایا گیا۔ بَغْيًا بَيْنَ اَنْفُسِهِمْ۔ بعض افراد کی نفسانی اغراض نے نظام خلافت کی حرمت کو ٹھکرانا شروع کیا۔ اور اس کشمکش میں صنعاء کے نام نہاد مسلمان عبداللہ بن سبا کو جو دراصل یہودی تھا۔ زہد وتقوےٰ کے لباس میں کوفہ بصرہ۔ شام۔ مصر میں نظام حکومت کے خلاف فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے کا زرّیں موقعہ مل گیا۔ ایک طرف اس نے اپنی غایت درجہ عقیدت مندی اور اخلاص کا سکہ بٹھانے کے لئے لوگوں سے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ حضرت عیسےٰؑ کے دوبارہ آنے کا سوال کچھ انوکھا سا سوال ہے۔ اگر کسی نبی کے دوبارہ آنے کی ضرورت ہے۔ تو وہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یقیناً وہی دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اور یہ کہ خلافت تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا حق ہے۔ اور آپ کے خاندان میں حضرت علیؓ سے بڑھ کر اور کون شخص خلافت کا حقدار ہو سکتا ہے۔ بلکہ ان کے متعلق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت بھی ہے۔ اور دوسری طرف ابوذر رضی اللہ عنہ جیسے زاہد صحابیوں کے سامنے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ اسلام نے تو دنیا کا مال و دولت جمع کرنے سے منع کیا تھا۔ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ خلیفۂ وقت اور ان کے کارکنوں اور دیگر صحابہ نے یہ بڑی بڑی جائیدادیں کیوں پیدا کر لی ہیں۔ اور شہر بہ شہر انہوں نے یہ سربہ فلک عمارتیں کیوں کھڑی کی ہیں۔ عبداللہ بن سبا یہودی نے مدینہ۔ کوفہ۔ بصرہ۔ مصر میں جاکر ایسے لوگوں کی ٹوہ لگائی۔ اور ان سے میل ملاپ شروع کیا جنہیں کسی نہ کسی وجہ سے کارکنانِ نظام خلافت سے رنجش تھی۔ اس طرح اس نے سزا یافتہ افراد کی ذاتی رنجشوں اور شکایتوں کو عمداً نظر انداز کرتے ہوئے ان رنجشوں اور شکایتوں سے تیار شدہ دل و دماغ کی زرخیز زمین کو اپنے خیالات کی آماجگاہ بنایا۔ اور اس کی یہ چال دور تک اثر انداز ہونے والی ثابت ہوئی۔ ایک طرف تو اس نے اسلامی نظام خلافت کے بالمقابل جس کی بنیاد سراسر نیابتی اور انتخابی ہے۔ نسلی اور وراثتی خلافت کے خیال کو ابھارنا شروع کیا۔ اور دوسری طرف اس نے قائم شدہ نیابتی نظام خلافت کو اپنی جگہ سے سرکانے اور دھکا دینے کے لئے شبہات و اعتراضات کا ایک ایسا دروازہ کھول دیا جس کے کھولنے کا حق اسلام نے افراد کو نہیں دیا۔

خلافت کے دو اہم رکن

اسلامی نظام خلافت کو دو شقوں پر قائم رکھا گیا ہے۔ امامت اور امارت پر امامت کا تعلق افراد امت کی روحانی رہنمائی و نگرانی سے ہے۔ اور امارت کا تعلق افراد امت کی دنیاوی سیاست سے ہے اور ان دونوں کے مجموعہ کا نام خلافت ہے جو ایک جہت میں روحانی فرائض منصبی کے اعتبار سے مقام نبوت کی نیابت (قائم مقامی) ہے اور دوسری جہت میں باعتبار امت کی سیاست کے امت کی نیابت (قائم مقامی) ہے غرض خلافت اپنی دونوں شقوں میں نیابتی شان رکھتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کلمات نَحْنُ مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرِثُ وَلَا نُوْرَثُ کے یہی معنی ہیں۔ کہ ہم انبیاء نبوت کو نہ ورثہ میں لیتے ہیں اور نہ ورثہ میں دیتے ہیں۔ امت کا حق ہے۔ اور وہی اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ نبوت کی یہ جانشینی خواہ وہ امامت ہو یا امارت موروثی شئے نہیں کہ اسے بطور حق وراثت بانٹا جائے۔ عبداللہ بن سبا یہودی نے انفرادی شکایات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نظام خلافت کے بنیادی اصل الاصول پر تبر رکھا۔ اور خاندانِ نبوت سے غایت درجہ مخلصانہ عقیدتمندی اور غایت درجہ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اس خوابیدہ جذبہ کو پھر سے جگا دیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام مرض میں بعض افراد خاندان نبوت میں پیدا ہوا تھا۔ مگر مسلمانوں کے انتخابی تعامل سے دب چکا تھا

نظام خلافت کی حرمت میں رخنہ اندازی

عبداللہ بن سبا کے پراپگنڈا نے جہاں ان خوابیدہ نسلی جذبات کو ابھارا۔ وہاں اس کے خیالات نے نظام خلافت کے ایک ایسے رکن کو ہلایا۔ جس کے ہلانے کے بغیر اس کی تدبیر کارگر نہ ہو سکتی تھی۔ اور وہ رکن نظام خلافت کی حرمت ہے۔ جو اسلام نے ایک نہایت ہی مقدس اور عزیز ترین شئے قرار دی ہے اس مسئلہ کی تفصیلات میں جانا میرے موضوعِ تقریر سے خارج ہے۔ مگر چونکہ میں نے ان نقصانات کو تاریخی پہلو سے واضح کرنا ہے جو نظام خلافت کے نہ رہنے سے مسلمانوں کو پہونچے۔ اس لئے بطور جملہ معترضہ نظامِ خلافت کی حرمت اور اس کی غایت درجہ اہمیت کو واضح کرنے کے لئے اس قدر توجہ دلانا کافی سمجھتا ہوں کہ مقتدیوں کے لئے بحالتِ نماز کسی صورت میں جائز نہیں۔ کہ وہ اپنی حرکات و سکنات و نیات میں امام کی حرکات و سکنات اور اس کی نیت سے باہر ہوں۔

ان میں امام کو غلطی پر دیکھتے ہوئے بھی مقتدیوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس مقام ادب کو ترک کریں جو اسلام نے امامت کا مقدس ترین حق قرار دیا ہے غرض نظام خلافت کا دوسرا اہم رکن اس کی وہ حرمت ہے۔ جو خلافت کی دونوں شقوں یعنی امامت و امارت کے فرائض کی ادائیگی کے لئے ازبس ضروری قرار دی گئی ہے۔ عبداللہ بن سبا یہودی نے بیک وقت نظام خلافت کی بنیادی و انتخابی رکن پر بھی تبر رکھا اور اس نظام کی حرمت پر بھی تبر رکھا۔ اس دودھاری تلوار سے اس نے ایسے فتنہ کی طرح ڈالی جس نے امت اسلامیہ کو شفا حفرۃ من النار پر کھڑا کر دیا اور اسی آگ کے گڑھے میں انہیں پھر سے اوندھے منہ گرا دیا۔ جس میں گرنے سے ان کو بچایا گیا تھا۔ اگر وہ اس نظام خلافت پر قائم رہتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیا تھا اور اس خیال کو دل و دماغ میں جگہ نہ دیتے کہ خلافت نسلی و وراثتی حق ہے اور یہ کہ اس کی حرمت کے پامال کرنے کا اختیار افراد کو ہے تو عالم اسلامی کبھی کشت و خون سے لالہ زار نہ بنتا۔ اور ہر قسم کی بغاوت و بلغار اور بدنظمیوں اور خانہ خرابیوں سے وہ محفوظ و مامون رہتا۔ میرے نزدیک جتنی خونریزیاں مسلمانوں میں ہوئیں اور ان سے جو جو نقصان مسلمانوں کو پہنچے وہ سب اس عظیم الشان نقصان کے بالمقابل ہیچ ہیں جو نظام خلافت کے ان دو رکنوں کے قائم نہ رہنے سے اسلام اور مسلمانوں کو پہنچا۔ ان کی سلامتی و استواری کے لئے یہ دو باتیں بطور سنگ بنیاد تھیں۔ وہی نہ رہیں۔ کاش اگر نظام خلافت کے ان دو بنیادی اصول کی حفاظت کی خاطر صحابہ کرام ایک ایک کرکے کٹ جاتے۔ کاش ساری امت اسلامیہ موت کے گھاٹ اتار دی جاتی۔ مگر عالم اسلامی کے کسی گوشہ میں یہ خیال پھٹنے نہ پاتا کہ خلافت اسلامیہ نسلی اور وراثتی حق ہے اور یہ کہ اس کی بے حرمتی بھی کی جا سکتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو تاریخ سنہری حروف سے اس بات کو محفوظ رکھتی۔ کہ امت اسلامیہ نے اپنے زریں اصول کے بقاء و حفاظت کے لئے حیرت انگیز قربانی کی اور جائز قربانی کی۔

حضرت عثمان رضؓ کی شہادت در حقیقت انہی دو اصول کی شہادت تھی۔ اور انہی اصول کی بے حرمتی کی وجہ سے امت اسلامیہ میں پیدا ہونے والے فتنوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی سن کر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا تھا کہ عثمان رضؓ کی شہادت پر فتنہ کا جو دروازہ کھولا جائے گا وہ پھر قیامت تک بند نہ ہوگا۔ ایسے شدید اور خطرناک فتنہ کی روک تھام کے لئے جس کا سلسلہ نہ ختم ہونے والا تھا۔ اگر حضرت علی رضؓ معہ حضرت حسن و حسین رضؓ اور دیگر افراد خاندان سمیت قربان ہو جاتے اور مدینہ کے لوگ مرد و زن حضرت عثمان رضؓ کی قیام گاہ کا گھیرا ڈال لیتے خواہ وہ سارے کے سارے کٹ جاتے۔ مگر حضرت عثمان رضؓ کی اس مسند خلافت تک باغیوں کو نہ پہنچنے دیتے جو ان کی اپنی انتخاب کردہ اور بنا بنی خلافت تھی۔ بلکہ اس کی حرمت کو محفوظ کرنے کے لئے تمام اہل مدینہ مرد و زن بچے بوڑھے ایک ایک کرکے سینہ سپر ہوتے تو نہ مقتل عثمان رضؓ کا قیامت خیز نظارہ برپا ہوتا اور نہ بعد کے فتنوں کا دروازہ کھلتا۔

صحابہ کرامؓ کی اطاعت شعاری کا نمونہ

آپ حیران ہونگے اور کہیں گے کہ یہ کیسے ہو گیا کہ اولوالعزم صحابہ کرام اور ان کی جوان اور بہادر ذریت کی موجودگی میں مسند خلافت کی بے حرمتی ہوئی۔ لیکن آپ کی یہ حیرت اور بھی بڑھ جائے گی۔ جب آپ یہ سنیں گے کہ مدینہ کے اندر صرف دو تین شخص ان باغیوں کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے تھے۔ باقی سب کے سب خلیفۂ وقت کی حرمت کو محفوظ رکھنے کے لئے خون کے گھونٹ پی رہے تھے حضرت علی رضؓ اور دیگر صحابہ اور اہل مدینہ چار مختلف موقعوں پر بے قابو ہو کر باغیوں پر ٹوٹ پڑے۔ مگر حضرت عثمان رضؓ کے ہاتھ کے اشارے نے انہیں ہٹا دیا۔ وہ محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبق سمعاً وطاعۃ میں کچھ ایسی تربیت یافتہ قوم تھی کہ حیرت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے یہ سوال اٹھایا بھی۔ کہ یہ وہ مقام نہیں کہ ہم پر خلیفۂ وقت کی اطاعت فرض ہو۔ جب کہ خود خلافت اور حامل خلافت خطرے میں ہوں اور یہ کہہ کر خود کٹ گئے۔ مگر اکثریت نے یہی فیصلہ کیا کہ خلافت کی اطاعت فی مکرھنا و منشطنا پسندیدگی اور ناپسندیدگی دونوں حالت میں ہم پر فرض ہے۔ اگر حضرت عثمان رضؓ اہل مدینہ سے اپنی اطاعت کے حق کا مطالبہ نہ کرتے تو مدینہ میں یقیناً ایک شخص بھی باقی نہ رہتا۔ بلکہ تمام صحابہ اور ان کی جوان اولاد اپنی تلواروں کو چومتی ہوئی لڑائی کے دنگل میں بجلیاں گراتی۔ یہ حضرت عثمان رضؓ ہی تھے جو انہیں روکے ہوئے تھے۔ اسلامی تاریخ میں یہ ایک ایسی نازک ترین گھڑی تھی۔ جو اس کے بعد کبھی قائم نہیں ہوئی۔ ایک طرف خدا کا امت کے لئے رحمت مجسم ہو کر جلوہ افروز ہونا۔ ایسی رحمت جس کا انتہائی جلوہ گاہ حضرت عثمان رضؓ کا عہد خلافت اور ان کا قلب مشفوق تھا۔ ایسا مشفوق کہ خود تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ مگر اپنی جان کی خاطر کسی مسلمان کا ایک قطرہ خون بھی گرنے پر راضی نہ ہوا۔ ایک طرف یہ جذبہ رحمت کا نمونہ اور دوسری طرف صحابہ کرام کا اس اپنی جان عزیز یعنی حرمت خلافت کے لئے لپک لپک کر آگے بڑھنا۔ مگر رحمت مجسم خلیفہ وقت کے حکم کے سامنے بے بس ہو کر رہ جانا۔ ان دو نہایت قیمتی جذبوں کے پہلو بہ پہلو ایک تیسرا جذبہ بھی کام کر رہا تھا یعنی جذبہ بغاوت جو عبداللہ بن سبا یہودی نے پیدا کیا ہوا تھا۔ یقیناً یہ تینوں جذبے بیک وقت تاریخ اسلامی میں اس سے قبل کبھی پیدا نہیں ہوئے۔

تفسیر کبیر کے خریداروں سے

جن دوستوں نے تفسیر کبیر کی خریداری کے لئے اپنے آرڈر بک کرائے ہوئے تھے مگر جلسہ سالانہ پر بوجہ کتاب کے مجلد صورت میں تیار نہ ہونے کے وہ اسے حاصل نہ کر سکے ان کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ اب تفسیر کبیر مجلد صورت میں اتنی تعداد میں تیار ہے کہ ان کے آرڈر کی تعمیل ہو سکے۔ لہٰذا وہ مطلع فرما دیں کہ انہیں تفسیر کس ذریعہ روانہ کی جائے چونکہ کتاب کا وزن دو سیر ہے۔ اس لئے دو نسخوں تک اکٹھے منگانے والوں کو ۵۰۰ میل تک بذریعہ ریل گاڑی ایک روپیہ خرچ برداشت کرنا پڑے گا۔ لیکن اس سے زیادہ فاصلہ پر ایک نسخہ منگانے کے لئے بذریعہ ڈاک ہی فائدہ رہے گا۔

جن دوستوں نے تا حال تفسیر کبیر کی قیمت ارسال نہیں فرمائی۔ وہ بہت جلد قیمت ارسال فرمائیں۔ تفسیر پیشگی قیمت وصول ہونے پر ہی ارسال کی جائے گی۔ وی پی ارسال کرنے کی صورت نہیں رکھی گئی۔ کیونکہ اگر کسی وجہ سے وی پی واپس آجائے تو مفت میں وہ خرچ ضائع جاتا ہے اور دفتر پر بار پڑتا ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعتوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ اب جب کہ تفسیر کا ایک حصہ شائع ہو گیا ہے۔ ان کو اپنی جماعتوں میں قرآن کریم کا درس جاری کر دینا چاہئے۔ کیونکہ اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ کون درس دے۔ کیونکہ اس تفسیر کبیر میں سے روزانہ کچھ پڑھنے کا کام ہر اردو خوان کر سکتا ہے۔ لہٰذا احباب اب جلد سے جلد اس تفسیر کو خرید کر اپنی جماعتوں میں درس جاری کر دیں۔ (انچارج تحریک جدید)

وصیت

نوٹ وصایا منظوری سے پہلے اس لئے شائع کی جاتی ہیں۔ تاکہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو۔ تو اطلاع کردے۔
سکرٹری بہشتی مقبرہ

نمبر ۵۷۷۶ منکہ محمد زین الدین ولد محمد کنج قوم مالایا کی پیشہ تجارت عمر ۳۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۷ء فی الحال پانگاڈی ڈاک خانہ کولمبو ضلع لنکا بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۶/۸/۴۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد میں روپے ہے۔ میں کمیشن ایجنسی کا کام بھی کرتا ہوں۔ اگر اس میں کوئی آمد ہووے۔ اس کا بھی انشاء اللہ دسواں حصہ ادا کرتا رہوں گا۔ میرا اصل وطن جنوبی حصہ ریاست ٹراونکور میں ہے۔ وہاں بھی کوئی جائیداد اپنی نہیں ہے۔ میں نے پانگاڈی مالابار میں شادی کی ہے۔ وہاں بھی کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اور میری وفات پر اگر کوئی جائیداد ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد محمد زین الدین معرفت جناب فخر الدین صاحب پیان گاڈی پوسٹ نارتھ مالابار
گواہ شد۔ ایم عبدالرحمٰن کولمبو ۳۹۹ P.O.B

اشتہار زیر دفعہ ۵۔ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت چوہدری عزیز احمد صاحب بی۔ اے ایل ایل بی
سب جج بہادر درجہ دوئم منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

دعوےٰ دیوانی ۶۰۷ سال ۱۹۴۰ء

فرم دہرم سنگھ اوجاگر سنگھ واقعہ بادشاہ پور بذریعہ دہرم سنگھ منیجر و کارکن فرم مدعیان بنام سیٹھ موتی رام بدھ رام واقعہ ٹانک ضلع ڈیرہ اسماعیل خان بذریعہ سیٹھ موتی رام بدھ رام کارکنان ومالکان فرم مدعا علیہم

دعوےٰ ۳۷۰/۱۰ روپیہ

بنام سیٹھ موتی رام بدھ رام واقعہ ٹانک ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان بذریعہ سیٹھ موتی رام بدھ رام کارکنان ومالکان فرم مدعا علیہم
مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی سیٹھ موتی رام بدھ رام مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام سیٹھ موتی رام بدھ رام مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہم مذکور تاریخ ۲۷۔ ماہ جنوری ۱۹۴۱ء کو مقام منڈی بہاؤالدین حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوگا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔
آج بتاریخ ۷۔ جنوری ۱۹۴۱ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔ (مہر عدالت) (دستخط حاکم)

اشتہار زیر دفعہ ۵۔ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت چوہدری محمد اعظم صاحب نائب تحصیلدار
اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوئم شیخوپورہ

بمقدمہ تقسیم نمبر ۴

وزیر چند۔ فقیر چند۔ اروڑ چند پسران رام پیاری ساکن جنڈیالہ شیر خان بنام پریم ناتھ۔ شب ناتھ پسران دیوی دیال ساکن جنڈیالہ شیر خان۔ منوہر لعل ولد حکم چند سکول ماسٹر چیچوکے ملیاں تحصیل ننکانہ صاحب۔ رام لعل ولد حکم چند کھتری کلرک دفتر انسپکٹر آف سکولز لاہور

درخواست لگان ۱۵/۰/۰ روپے

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی پریم ناتھ۔ شب ناتھ پسران دیوی دیال مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام پریم ناتھ۔ شب ناتھ مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر پریم ناتھ شب ناتھ مذکور ۳۱۔ ماہ جنوری ۱۹۴۱ء کو مقام شیخوپورہ حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوگا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔
آج بتاریخ ۲۳/۱۲/۴۰ کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔ (مہر عدالت) (دستخط حاکم)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

نئی دہلی ۲۱ جنوری۔ آج اخبارات کے نام ایک پیغام جاری کیا گیا ہے۔ جس میں مشرق وسطی میں لڑنے والی ہندوستانی فوجوں کی تعریف کی گئی ہے ہندوستانی فوجیں سوڈان میں لڑ رہی ہیں۔ اور چھاپے مار کر اطالوی فوجوں کو پریشان کر رہی ہیں۔ کسلا سے بھاگی ہوئی اطالوی فوجوں کا پیچھا کر رہی ہیں ایک موقع پر ہندوستانی فوجوں کو گولیوں کی بوچھاڑ میں ایسے علاقہ میں سے گزرنا پڑا۔ جو جھاڑیوں سے اٹا پڑا تھا۔ مگر پھر بھی انہوں نے دشمن کو دور تک دھکیل دیا۔

ایتھنز ۲۲ جنوری۔ ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے۔ کہ کل اطالوی ہوائی جہازوں نے کسی جگہ بم برسائے سالونیکا پر بھی چھاپا مارا۔ مگر جان و مال کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

لنڈن ۲۲ جنوری۔ رومانیہ کی تازہ خبر مظہر ہے۔ کہ جنرل انٹونسکو نے اپیل کی ہے۔ کہ آپس میں لڑنا نہیں چاہیئے اور ۲۴ گھنٹے کے اندر امن قائم ہو جانا چاہیئے۔ ورنہ سخت کارروائی کی جائیگی۔

لنڈن ۲۲ جنوری۔ ناروے کے لوگ آزادی کے لئے بڑی کوشش کر رہے ہیں۔ حال میں انہوں نے آزاد ریڈیو سٹیشن قائم کیا ہے جس میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ہم اپنے ملک کو نازیوں کے ظلم سے بچانا چاہتے ہیں

لنڈن ۲۱ جنوری حکومت برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ کئی دفاتر بند کر دیئے جائیں۔ اور کلرکوں وغیرہ سے جنگی خدمات لی جائیں۔ نیز اب پرائیویٹ فرمیں اور کارخانے بھی قومی ملکیت سمجھے جائینگے ہوائی حملوں سے حفاظت کے لئے شہریوں اور مزدوروں کے دستے تیار کئے جائیں گے۔ اور پولیس اور ملٹری کو دیگر اہم کاموں کے لئے استعمال کیا جائیگا۔

لنڈن ۲۱ جنوری۔ آج ہاؤس آف کامنز میں انگلستان اور روس کے تعلقات کے سوال پر بحث ہوئی وزیر خارجہ نے بتایا۔ کہ برٹش گورنمنٹ نے گذشتہ سال ۵ جون اور ۲۲ اکتوبر کو اس بارہ میں تجاویز پیش کی تھیں اکتوبر والی تجاویز زیادہ وسیع تھیں۔ مگر سوویٹ گورنمنٹ نے کوئی جوابی قدم نہیں اٹھایا

وشی ۲۱ جنوری۔ آج یہاں اعلان کیا گیا ہے کہ ہٹلر کا نمائندہ مقیم پیرس مارشل پیتان کے پاس ہٹلر کا پیغام بصورت مراسلہ لے کر آیا۔ اور مارشل موصوف نے اسی کے ہاتھ اس مراسلہ کا جواب ہٹلر کو بھیج دیا۔

ٹوکیو ۲۱ جنوری۔ آج جاپانی وزیر خارجہ نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہم روس کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور جرمنی و اٹلی اس بارہ میں ہماری مدد کر رہے ہیں۔ دونوں ملکوں کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کیا گیا ہے۔ جو نئی سرحد کا تعین کرے گا۔ اور دیگر سرحدی جھگڑوں کا فیصلہ کرے گا۔ نیز آپ نے کہا کہ اگر امریکہ جنگ میں شریک ہوا۔ تو جاپان بھی ضرور شریک ہو جائے گا۔ اور اس طرح یہ جنگ عالمگیر ہو جائے گی۔

لنڈن ۲۱ جنوری۔ برطانی گورنمنٹ نے قانون بنا دیا ہے۔ کہ آئندہ کوئی شخص انفرادی طور پر چاول باہر سے نہیں منگوا سکے گا۔ حکومت تمام چاول کی واحد خریدار ہوگی۔ حکومت نے دو کمیونسٹ اخبارات "ڈیلی ورکر" اور "دی ویک" کو بند کر دیا ہے۔

لنڈن ۲۲ جنوری۔ لنڈن کے ذمہ دار حلقوں میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے۔ کہ گو ابھی یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ طبروق پر برطانی فوجوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ تاہم معلوم ہوا ہے کہ یہ خبر بالکل صحیح ہے چنانچہ رائٹر کے نامہ نگار نے سڈنی سے لکھا ہے کہ آسٹریلیا کے ہیڈکوارٹرز میں یہ خبر موصول ہوئی ہے کہ طبروق فتح ہو گیا ہے۔ قاہرہ کے سرکاری اعلان میں بھی بتایا گیا تھا۔ کہ طبروق پر حملہ کے بارہ گھنٹے کے اندر اندر برطانوی فوجیں باہر اور اندر کے مورچوں کو توڑ کر بارہ میل تک بڑھ گئیں روم کے سرکاری اعلان میں بھی اس امر کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ انگریزی فوجوں نے طبروق کے مورچوں کو توڑ دیا ہے۔ انگریزی بری افواج کی امداد کے لئے انگریزی جہازوں نے شدید بمباری کی۔ طبروق فوجی نقطہ نگاہ سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ وہ سمندری کنارہ کی بڑی سڑک پر واقع ہے اور اس پر قبضہ ہو جانے کی صورت میں اس سڑک سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور انگریزی ہوا باز ان ہوائی اڈوں کو کام میں لا سکتے ہیں جنہیں اطالوی چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ یہ بندرگاہ سامان کے ادہر ادہر لے جانے کے لئے بھی بڑی مفید ہے نیز جو اطالوی طبروق میں پکڑے جائیں گے انہیں اسی بندرگاہ کے ذریعہ دوسرے مقامات پر پہنچایا جائے گا۔

دہلی ۲۲ جنوری۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس ۲۳ فروری کو دہلی میں منعقد ہو گا۔

سکھر ۲۲ جنوری۔ سندھ مسلم لیگ کا ایک ضروری اجلاس اتوار کو شکارپور میں ہو رہا ہے۔

سری نگر ۲۲ جنوری کشمیر کے محکمہ تعلیم کے ڈائرکٹر نے اعلان کیا ہے کہ حکومت نے اس اصل کو تسلیم کر لیا ہے کہ ریاستی مدارس میں تعلیم پانے والے لڑکوں کو دوپہر کا کھانا دیا جائے جونہی روپیہ ملا اس پر فوراً عمل کیا جائے گا۔

نئی دہلی ۲۲ جنوری حکومت ہند کے کامرس ڈیپارٹمنٹ کے نمائندوں نے آج ہندوستان اور برما کی تجارت کے متعلق غیر سرکاری نمائندوں سے کافی دیر تک بات چیت کی۔ خیال ہے کہ اس موضوع پر کل بھی گفتگو ہو گی۔

بمبئی ۲۲ جنوری۔ گورنر بمبئی نے آج پونا میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مرہٹوں کو اب ہندوستانی فوج میں زیادہ حصہ لینے کے بہت سے مواقع میسر آئیں گے۔ اور ان کی کئی بٹالین بھرتی کی جائیں گی۔

لنڈن ۲۲ جنوری مسٹر چرچل نے آج ہاؤس آف کامنز میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ برطانیہ کی حفاظت کے لئے اس وقت چالیس لاکھ ہتھیار بند اور باوردی فوج تیار ہے۔

لاہور ۲۲ جنوری حکومت پنجاب نے اعلان کیا ہے کہ شہری گارد کی بھرتی کے سلسلہ میں اپریل کے آخر تک ۲۸ ہزار چھ سو آدمی نہ صرف بھرتی ہو جائیں گے بلکہ ان میں سے کثیر حصہ کو ٹریننگ بھی دے دی جائے گی۔

نئی دہلی ۲۲ جنوری۔ حضور وائسرائے معہ لیڈی لنلتھگو آج بھاؤنگر پہنچ گئے

لنڈن ۲۲ جنوری۔ جرمن ابھی تک یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ شہری آبادی پر اندھا دھند بم گرانے کی پالیسی نازیوں نے شروع نہیں کی بلکہ اس کی ابتداء برطانیہ نے کی ہے چنانچہ نازی ریڈیو نے بیان کیا ہے کہ پولینڈ کے متعلق فرانسیسی ہائی کمانڈ کی ایک دستاویز ملی ہے جس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ جرمنوں نے پولینڈ کے صرف فوجی ٹھکانوں پر حملہ کیا تھا۔ شہریوں پر نہیں کیا تھا۔ حالانکہ جب وارسا پر بمباری ہوئی تو اس وقت شہر کے میئر نے اعلان کیا تھا کہ جرمنوں کی بمباری کی وجہ سے شہر میں سب جگہ آگ لگ رہی ہے۔ تمام ہسپتال برباد ہو گئے ہیں اور وبا پھوٹ پڑی ہے۔ ڈنمارک کے ایک اخبار نے بھی لکھا تھا کہ وارسا کی تمام عمارتیں کھنڈرات بن گئی ہیں اور ہر جگہ آگ شعلہ زن ہے۔

لنڈن ۲۳ جنوری۔ جرمنی کی خبر رساں ایجنسی نے اعلان کیا ہے کہ رومانیہ کے ۱۸۷

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی